احادیث کا قرآن پر پیش کرنے کے اصول میں سامنے آنے والے چند مسائل پر تحقیقی تبصرہ

Critical Analysis of The Rule of Presenting Hadiths on The Holy Quran.

نوید اقبال [i] ڈاکٹر آفتاب احمد[ii]

Abstract

In order to learn and analyze the correctness of hadith, scholars have defined some rule and measurement tools. According to first rule, hadith should be presented based on Holy Quranic verses. Before accepting and acting according to hadith, Prophet's companions, hadith writers and other scholars were used to represent hadith in terms of Holy Quranic verses. If hadith was suitable with verses, it was accepted else it was rejected. Some scholars started to use this rule as a measuring tool for correctness of hadith. However, usage of this rule still has some issues which have been neglected and it resulted in bad and wrong outcomes. Many hadith were considered as they are against Holy Quran and those were rejected. Thus, in this study we will discuss these issues.

***Keywords**: Holy Quran, Hadith, Criticism, Text Criticism-*

عصر حاضر میں حدیث کے مخالف منفی سوچ اور تصور رکھنے والے دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو حدیث کو سرے سے مانتے ہی نہیں چاہے حدیث صحیح ہو یا ضعیف ، قرآن کے علاوہ کوئی دوسری مرجع کے وجود کے قائل نہیں ۔ لہٰذا ان کے ہاں حدیث ثبوت کے لحاظ سے جتنا بھی قوی کیوں نہ ہو اس کی کوئی قیمت اور حیثیت نہیں ۔ ہماری اصطلاح میں ایسے لوگوں کو منکرین حدیث کہا جاتا ہے ۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو حدیث کو مانتےتو ہیں لیکن حدیث کی صحت اور ثبوت کے منہج اور اصولوں پر اعتماد نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث کے ثبوت کیلئے تاریخ کے حوالے سے جو اصول اور ضوابط بنائے گئے ہیں ان پر اعتماد کرنا مشکل ہے ۔ کیونکہ متقدمین علما ءنے حدیث کے صحت کے مسئلے میں متن حدیث کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے بلکہ ان کی ساری توجہ اور کوشش صرف سند حدیث پر مرکوز تھی اس لئے اس طریقے سے بہت سی موضوع اور جھوٹی أحادیث کو وضع کرکے صحیح أحادیث کے ساتھ انکو بھی نقل کیا گیاہے۔ لہٰذا حدیث کی صحت کی ثبوت اور تصدیق کیلئے ایک نئے اصول اور منہج کی ضرورت ہے ۔ وہ اصول یہ ہے کہ کسی بھی حدیث کی صحت

---

i- پی ایچ ڈی اسکالر، ارجییس یونیورسٹی قیصری، ترکی
ii- اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی شیرانگل اپردیر

کو معلوم کرنے کے لئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث کو قرآن کریم پر پیش کیا جائے ۔ اگر قرآن کے موافق او ر مطابق ہو تو حدیث صحیح ہے نہ ہو تو حدیث موضوع یا ضعیف ہوگی۔ اس کا مطلب یہ کہ ان لوگوں کے ہاں کسی بھی حدیث کے صحت کو جانچنے کے لئے پرانے جتنے بھی اصول اور قواعد علماء نے ذکر کیے ہیں انکو ایک طرف رکھ کر صرف ایک ہی طریقہ یعنی قرآن کریم پر پیش کرنا ، اس کو لاگو کیا جائے اور اسی کو ہی پیمانہ مقرر کیا جائے ۔ اور دلیل میں یہ حدیث ذکر کرتے ہیں :

" إ ذ ا حُدثتم عنی حدیثا فاعرضوہ علی کتاب اللہ تعالی ، إ ن وافق فاقبلوہ، وإ ن خالف فردوہ" ۱؂

یعنی اگر آپ لوگو ں کو کوئی میری طرف سے حدیث روایت کرے تو اسکو کتاب اللہ پر پیش کرو ، اگر کتاب اللہ کے موافق ہو تو قبول کرو ، مخالف ہو تو رد کرو ۔

قاضی الشوکانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خود سے موضوع ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ کیونکہ ہم نے جب اسکو کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ کتاب اللہ کے مخالف نظر آیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

" وما آتا کم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا" ۲؂

امام خطابی فرماتے ہیں : اس حدیث کو زندیق لوگوں نے وضع کی ہے جبکہ یہ حدیث **" أوتیت الکتاب ومثلہ معہ"** والی حدیث کے بھی مخالف ہے ۔ ۳؂یہاں پر اگر قاضی شوکانی اور امام خطابی کے اقوال پر غور کیا جائے تو معلوم ہو تا ہے کہ انہوں نے حدیث کا جو مطلب سمجھا ہے وہ یہ کہ اگر کسی حدیث سے کو ئی ایسا حکم ثابت ہوتا ہو جوقرآن میں اسکا ذکر نہ ہو تو ایسے أحادیث کو رد کرو، یہ مطلب لینا درست نہیں ۔یہاں پر حدیث سے مقصودیہ ہے کہ کوئی حدیث اگر قرآن کے معنی اور مفہوم کے معارض اور مخالف ہو تو ایسے حدیث کو قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا صحیح نہیں ۔لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی صحیح حدیث کو محض اس بناء پر رد کیا جا ئے کہ قرآن کریم میں اسکے بارے میں کوئی حکم مذ کور نہیں ،کیونکہ وہ حدیث قرآن کریم کے مخالف ہی نہیں ۔ لیکن عصر حاضر کے بہت سے لوگو ں نے حدیث کے ظاہری معنی سے استدلال کر کے بہت سارےأحادیثوں کے بارے میں یہ کہہ کر ،کہ قرآن میں اسکے بارے میں کوئی حکم یا اس کاکوئی ذکر موجود نہیں اس لئے یہ أحادیث مقبول نہیں ، بلکہ مردود ہے ۔

صحابہ کرام ؓ ، رسول اللہ ﷺ کی دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد کسی بھی حدیث کو نقل کرنے سے پہلے اس حدیث کو قرآن کریم کے آیات پرپیش کرتے تھے اگر حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوتی تو رد کرتے تھے اور غلطی کو حدیث کے راوی کی طرف منسوب کرتے تھے ، جیساکہ یہ طرز عمل بعض مسائل میں واضح طور پر نظر آتا ہے کہ أحادیث کو قرآن کریم کے معارض دیکھ کر رد کردیا کرتے تھے اور ساتھ میں یہ ارشاد فرماتےتھے کہ یہ رسول ﷺ کا کلام نہیں ہو سکتا ، کیونکہ قرآن اور سنت دونوں کا منبع ایک ہے اور وہ وحی الہی ہے۔ اس لیےحقیقت میں دونوں کے درمیان تعارض یا تناقض ممکن ہی نہیں ، البتہ تعارض کے وقت یہ ممکن ہے کہ حدیث کے راوی سے کوئی غلطی یا کوئی بھول ہوئی ہوگی ، یا حدیث کا کچھ حصہ سنا ہوگا اور یا حدیث کا وہ مطلب سمجھا ہوگا جو مطلب رسول اللہ نے مراد نہ لی ہو گی اسی طرح اس جیسے دوسرے احتمالات بھی ہو سکتے ہیں ۔ جن کی بناء پر حدیث اور آیت قرآن میں بظاہر تعارض معلوم

ہوتا ہے۔ہم اس اصول "حدیث کا قرآن کریم پر پیش کرنا"سے متعلق صحابہ کرام ؓ کے طرز عمل میں سے ایک حدیث کو مثال کے طور پر ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ۔ جامع ترمذی کی روایت ہے عکرمہ ؒ، حضرت ابن عباس ؓ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

'' محمد علیہ السلام نے رب کو دیکھا ہے '' دوسری روایت میں آتا ہے ۔ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں :'' رآہ مرتین '' یعنی دو مرتبہ اللہ کو دیکھا ہے ۔ ۴؎

مسروق، ؒ حضرت عائشہ ؓ سے روایت کرتے ہیں ،وہ فرماتی ہیں:''جو آپ سے یہ کہے کہ محمد علیہ السلام نے رب کو دیکھا ہے پس اس نے جھوٹ بولا '' رسول اللہ فرماتےتھے '' **لا تدرکه الابصار** '' ۵؎ دوسری روایت میں مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ اے اماں جی کیا محمد ﷺ نے رب کو دیکھا ہے ؟ تو حضرت عائشہ ؓ نے فرمایاکہ آپ کی اس سوال کی وجہ سے میرے رونگھٹے (بال) کھڑے ہوئے۔ آپ کو جو ان تین چیزوں کے بارے میں خبردے وہ جھوٹ ہوگا: جو یہ کہے کہ محمدﷺنے رب کو دیکھا ہے پس وہ جھوٹ ہے، پھر یہ آیت پڑھی''**لا تدرکه الأبصار وهو يدرک الابصار** ''۔ ۶؎ اورآخر میں فرمایا '' رأی جبریل علیہ السلام فی صورتہ مرتین ''۔ ۷؎ حضرت عائشہ ؓ نے اس روایت کو جس میں رسول اللہ کے رب کو دیکھنے کا ذکر ہے قرآن کریم کی آیت مبارکہ کے معارض اور مخالف ہونے کی بنا ء پر رد کیا بلکہ رد کرنے میں مبالغہ سے کام لیا کہ اس بات کے سننے کیوجہ سے میرے بال کھڑے ہو گئے ۔ اس جیسے دیگر روایات بھی ہیں جن کو صحابہ کرام ؓ نے قرآن کریم کے آیت مبارکہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے رد کیا ہے ۔ تفصیلی معلومات کیلئے دیکھیں ، غرم اللہ الدمینی کی کتاب " مقاییس نقد متون السنۃ "۔ صحابہ کرام رضوان اللہ أجمعین کے بعد محدثین نے بھی کسی حدیث کی صحت کو جانچنے اور پر کھنے کے لئے سب سے پہلا مقیاس/ پیمانہ قرآن کریم ہی رکھا ۔ اس لئے اگر کسی حدیث کا متن قرآن کریم کی مخالف ہوتی تھی اس طور پر کہ حدیث اور آیت میں جمع ممکن نہ ہو ،کسی ایک کا زمانے کے لحاظ متأخر ہونا معلوم نہ ہوسکی وجہ سے ایک کو منسوخ شمار کیا جا سکے ، تو ایسی صورت میں حدیث کے ضعیف یا موضوع ہو نے کا حکم لگا کر رد کردیتے تھے۔ مثلاً ابو هريرة ؓ نےرسولﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے :

"لا يد خل الجنة ولد الزنى ولا والده ولا ولد ولده "۔ ۸؎

یعنی جنت میں زنا کرنے والا مرد اور عورت اور اسی طرح زنا سے پیدا ہونے والا بچہ بھی داخل نہیں ہو گا۔

ابن الجوزیؒ، حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں : زنا سے پیدا شدہ بچے کا کیا گناہ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا ۔ لہٰذا یہ حدیث شرعی أصولوں کے معارض اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مخالف ہے -'' **ولا تزر وازرة و زر أخرى** '' ۹؎ یعنی کوئی بندہ کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ لہٰذا اس میں بچے کا کیا گناہ کہ وہ بھی والدین کے گناہ کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ ۱۰؎ حضرت عائشہ ؓ سے روایت میں ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا :

'' **ذهبت لقبر أمي آمنة ،فسألت الله أ ن يحييها فأ حياها ، فأ مَنَت بي**

وردھا اللہ عزوجل -'' ۱۱؎

میں نے اپنی والدہ کی قبر پر جا کر اللہ تعالی سے اپنی والدہ کے زندہ ہونے کاسوال کیا ،پس اللہ نے زندہ فرمایا ، وہ مجھ پر ایمان لے آئی پھر اللہ نے انکو موت دی ۔ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث بغیر کسی شک کے جھوٹی ہے اور اس حدیث کو وضع کرنے والا بہت ہی کم عقل اورعلم سے عاری تھا کیونکہ اگر اسکے پاس ذرہ بھر علم ہو تی تو انکو یہ معلوم ہوتا کہ جو کفر کی حالت میں مر جائے تو اسکا دوبارہ زندہ ہونے کے بعد ایمان لانا مقبول نہیں ، بلکہ دنیا میں اگر موت کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ایما ن لائے تب بھی ایسی ایمان بندے کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جبکہ اس حدیث کی تردید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے ''**فیمت وھو کافر**'' یعنی وہ کفر کی حالت میں مر جائے ۔ ۱۲؎

محدثین کرام نے کسی حدیث کی صحت اور ضعف کو معلوم کرنے کے لئے اس مقیاس /پیمانہ کے علاوہ دیگر اصول اور قواعد بھی مقرر کئے ہیں مثلاً ، کسی روایت کے بعض کو بعض پر پیش کرنا ، حدیث کے الفاظ میں غور ، فکرکرنا یعنی کسی حدیث کے الفاظ کا رسول اللہ کی شان اور مقام کے مناسب نہ ہونا ،جیسا کہ ایک روایت میں آتاہے کہ خوبصورت چہرے کو دیکھنا ثواب ہے۔ تو اس جیسے روایات کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرنا رسول اللہﷺ پر بہت بڑا بہتان اور افتراء ہے، اسی طرح کسی حدیث کا شرعی اصولوں اور قواعد کے مخالف ہونا ، مثلاً ایک روایت میں آتا ہے رسول اللہﷺ سے پوچھاگیاکہ ہمارا رب کہاں ہے اور کیسے پیدا ہوا ہے ؟ تو آپ نے فرما یا نہ تو زمین سے اور نہ ہی آسمان سے، بلکہ اللہ نے ایک گھوڑا پیدا کیا پھر انکو دوڑایا ، جب اسکوخوب پسینہ آیا پھر اللہ نے اپنے آپ کو اس پسینہ سے پیدا کیا ۔ ۱۳؎یہ حدیث تو اپنی ذات میں مستحیل اور ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ خالق اپنے آپکو پیدا کرے اس کے علاوہ وقت کے لحاظ سے بھی اس میں تناقض ہے ۔ کہ ایک ہی وقت میں وہ خالق اور مخلوق بھی ہو ۔ اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق ہے اور مخلوق بھی گھوڑے کے پسینے سے اس لئے اس حدیث کو ابن الجوزیؒ ۱۴؎امام السیوطیؒ ۱۵؎اور ابن عراق ۱۶؎ اور دوسرے حضرات نے موضوعا ت میں سے شمار کیا ہے ، ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ اس جیسے حدیثوں کے راویوں کو نہیں دیکھا جاتا کہ وہ ثقہ ہیں یا ضعیف کیونکہ ایسی احادیث ذات کے اعتبار سے مستحیل ہوتی ہیں اس لئے اگر کو ئی ثقہ راوی بھی نقل کرے تب بھی موضوع شمار ہوگی۔ کیونکہ ہر وہ حدیث جو عقل اور اسلامی أصول کے مخالف ہو وہ جھوٹی ہوتی ہے ۔ ۱۷؎

اوپر ذکر کئے گئے کلام سے معلوم ہو ا کہ حدیث کے صحت کے جانچنے سے متعلق صحابہ کرام اور اسی طرح محدثین نے جو مقیاس /پیمانے مقرر کئے ہیں ان میں سب سے پہلے '' احادیث کاقرآن پر پیش کرنا'' کا ذکر ملتا ہے۔ لہٰذا یہ کوئی نیا أصول نہیں ۔ البتہ اس أصول کے استعمال میں فرق ہو سکتا ہے ۔اس لیےاگر اس کو درست طریقے سےاستعمال نہ کیا گیا تو اس کے استعمال میں کئی مسائل سامنے آ سکتے ہیں۔ ہم اپنے اس مقالے میں ان مسائل پر روشنی ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں جو مسائل اس اصول " احادیث کاقرآن پر پیش کرنا " کے استعمال میں سامنے آتے ہیں جس کی وجہ سے بہت ساری صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع شمار کرکے رد کیے گئےہیں۔ اس کے علاوہ کسی حدیث کو کب قرآن کریم کے معارض اور مخالف قرار دیا جا سکتا ہے ۔ جبکہ عصر

حاضر میں بہت سارے لوگوں کو کوئی حدیث اچھا نہ لگے یا کوئی حدیث انکی سمجھ میں نہ آئے تو بہت ہی آسانی کے ساتھ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث قرآن کریم کے مخالف ہے لیکن اگر اس کے ساتھ حدیث میں تھوڑا بہت ضعف بھی پایا جاتا ہو تو حدیث کے رد کرنے میں ذرہ بھر دیر نہیں کرتے ۔ حالانکہ کسی حدیث کو اتنی آسانی کے ساتھ ردکرنا بہت ہی خطر ناک نتیجے کی طرف لے جا سکتا ہے ۔ ہم یہاں ان مسائل سے بحث کرنے سے پہلے موضوع کے مناسب دوسرے مسئلےپر روشنی ڈالنا مفید اور مناسب سمجھتے ہیں : احادیث مبارکہ قرآن کریم کے مخالف ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟ دوسرے الفاظ میں کیا قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کے درمیان تعارض ہو سکتا ہے؟اس مسئلے سے اہل علم کے اقوال اور آراء کی روشنی میں تبصر ہ کریں گے ۔اسکے بعد اصل موضوع " احادیث کے قرآن پر پیش کرنے کے اصول میں سامنے آنے والے مسائل پر کلام کریں گے انشاء اللہ ۔"

قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کے درمیان اختلاف یا تعارض کا مسئلہ

کسی بھی پیغمبر کا وحی کے راستے سے نازل کئے گئے کسی قولی یا فعلی امر کے مخالف عمل کرنا یا پیغمبر کے کسی فعل اور قول کا اللہ تعالی کی طرف سےنازل کی گئی أحکام کے درمیان تعارض یاتناقض کا پایا جانا ناممکن ہے ۔ یہاں پر سب سے پہلے اس بات کی وضاحت کرنا مناسب ہو گا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں احادیث ، سنت اور قرآن کریم کے درمیان کسی قسم کا تعارض یا تنا قض ناممکن تھا یعنی ان دونوں شرعی مصادر میں اختلاف کا تصور نا ممکن تھا ۔ اس وجہ سے ان جیسے اصطلاحات کا وقوع اور استعما ل رسول اللہ ﷺکی حیات مبارکہ میں اور اسی طرح صحابہ کرام کی حیات مبارکہ میں ملنا مشکل بلکہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ دراصل احادیث اور قرآن کریم کے درمیان تعارض اور اختلاف کا وقوع دوسری صدی ہجری میں موضوع أحادیث کے وضع کرنے کے بعد میدان میں آیا ہے ۔ البتہ بعض صحابہ کرام کا احادیث کی صحت کو جانچنے کے لیے احادیث کو قرآن پر پیش کرنا بھی روایات سے ثابت ہے لیکن انکے اس طرز عمل کو تعارض یا تناقض پر محمول نہیں کیا جا سکتا ہے ۔

امام ابو حنیفۃ ؒ فرماتے ہیں : اگر کوئی یہ کہے کہ میں پیغمبر کی ہر بات پر ایمان رکھتا ہوں کیونکہ پیغمبر بے انصافی نہیں کر سکتا اور نہ ہی قرآن کریم کی مخالفت کر سکتا ہے تو انکا یہ کلام پیغمبر اور قرآن کریم کی تصدیق کرنے پر دلالت کرتا ہے ، کیونکہ اگر پیغمبر ،قرآن کریم کی مخالفت کرتے اور اسی طرح ناحق چیزوں کو اپنی طرف سے وضع کرتے تو اللہ تعالی انکی شہ رگ کو کاٹ دیتے جیسا کہ سورۃ ''**الحاقة**'' میں اس نقطہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بَالْيمِينِ۝٤٥ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ۝٤٦ فَمَامِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَجِزِينَ١٨ ۝٤٧ ـ

ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے۔پھر ہم ان کی شہ رگ کو کاٹ دیتے ۔پھر تم
میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔

اللہ کے رسول ، اللہ کی کتا ب کی مخالفت نہیں کرسکتے اسی طرح اللہ کی کتاب کی مخالفت کرنے والا رسول بھی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے قرآن کریم کے مخالف کسی روایت

میں کسی کی تردید /رد کرنے سے حضرت پیغمبر علیہ السلام کی تردید یا تکذیب لازم نہیں آتی۔ بلکہ یہ اصل میں حضرت پیغمبر علیہ السلام کے نام سے جھوٹی روایت کرنے والے کی تردید اور تکذیب ہوتی ہے ۔ اور اسی طرح تہمت بھی رسول اللہ کی طرف نہیں بلکہ اس راوی کی طرف منسوب ہوتی ہے ۔رسول اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال سب ہمارے سر اور آنکھوں پر (سب سے زیادہ معزز اور عزیز ہیں) ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں ، اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جیسے رسولﷺنے کہا تھا اسی طرح ہی ہیں اور ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ رسول ﷺ، اللہ کی منع کی ہوئی چیز وں کے کرنے کا حکم نہیں دے سکتے ۔ ۱۹ے

ابن حزم ؒفرماتے ہیں : حدیث کی تین قسمیں ہیں :

پہلی قسم : قرآن کریم کے موافق احادیث ، ایسے احادیث پر عمل کرنا اور انکو قبول کرنا فرض ہے۔

دوسری قسم: قرآ ن کریم میں غیر مذکور کسی موضوع سے متعلق احادیث ۔ ایسے احادیث قرآن کریم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اس لیے ان پر عمل کرنا اور قبول کرنا بھی فرض ہے ۔

تیسری قسم : قرآن کریم کے مخالف احادیث ،اس قسم کے احادیث مردود اور غیر مقبول ہیں۔ ۲۰ے

امام سیوطی ؒفرماتے ہیں : قرآن کریم کے نصوص اور رسول اللہ علیہ الصلاۃ و اسلام کے أحادیث مبارکہ کے درمیان کسی قسم کا تعارض اور تنا قض کا ہونا ممکن نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتے ہیں : "اگر وہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو مطلقاً اس میں بہت سے اختلاف کو پاتے" ۔۲۱ے دوسری آیت میں اللہ تعالی نے رسول ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے،کہ وہ (رسول ﷺ)نفس ، ہوس سے بات نہیں کرتے بلکہ وہ تو نازل کی ہوئی وحی ہے۔ ۲۲ے اس طرح سے اللہ تعالی نے خود قرآن کریم میں کسی قسم کے اختلاف کے نہ ہونے او ر اسی طرح رسول ﷺ کے الفاظ کے بھی اپنی طرف سے وحی ہونے کی تصدیق کی۔ اس کے علاوہ قرآن اور سنت کے ایک دوسرےکیساتھ عطف کے ذریعے یا استثناء کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے منسلک ہونے کو بھی بیان فرمایا ۔۲۳ے دراصل یہ ایک طبعی حقیقت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم أحکام شریعیہ اور دین اسلام سے متعلق جو بھی احکام لائے ہیں، وہ قرآن کریم کے کسی بھی آیت کے معارض نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ صحیح أحادیث اور قرآن کریم کا منبع اور مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کلام میں تعارض یا تناقض کیسے ہو سکتا ہے ۔ جبکہ سنت کا مقام قرآن کریم کے مقابلے میں معلوم اور واضح ہے کہ سنت قرآن کریم کی تشریح اور بیان ، عام حکم کی تخصیص ، مطلق کی تقیید ، مجمل کی تفسیر ، مشکل کی تو ضیح ، تشریح کے علاوہ قرآ ن کریم میں غیر مذکور حکم کو بھی بیان کرتا ہے ۔

امام شافعی ؒنے بھی اپنی کتاب ''الرسالہ ''میں احادیث کا قرآن کریم کے مخالف نہ ہونے کو جگہ جگہ واضح طور پر بیان فرمایا ہے۲۴ے امام شاطبی ؒفرماتے ہیں کہ سنت کا وحی پر موقوف ہونا اور اسی طرح قرآن کا وحی ہونے کی بناء پر دونوں میں تضاد اور تعارض ممکن نہیں۔ ۲۵ے

خلاصہ یہ کہ دو صحیح نص یا دو دلیل چاہے وہ دونوں قرآن کریم کی آیات ہو ں، یا دو صحیح أحادیث کے درمیان ہو ، یا قرآن اورحدیث کے درمیان ہو ، تعارض یا تنا قض

کا پایا جانا ناممکن اور محال ہے ۔ یعنی دو صحیح شرعی نصوص اور دلیلوں کے درمیان حقیقی معنی میں تعارض نہیں ہوسکتا ہے ، البتہ بعض اوقات ایک شخص کی نظر میں غلط فہمی یا کم علمی کی بناء پر تعارض یا تناقض ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات ایک شخص دو نصوص کے درمیان تعارض کا دعوی کرتا ہے جبکہ دوسرے أشخاص کی نظر میں انہی نصوص اور دلائل میں کوئی تعارض نہیں ہوتا۔ اس لئے صحیح حدیث اور قرآن کریم کے درمیان تعارض ممکن نہیں ، کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ الصلاۃ وسلم قرآن کریم کے مخالف نہ تو کوئی حکم دے سکتےہیں اور نہ ہی کوئی کام کر سکتے ہیں ۔ لہٰذا اگر کہی حقیقی معنی میں تعارض نظر آ رہا ہو تو پھر وہ حدیث صحیح نہیں ہو گی ۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے صحابہ کرامؓ اور محدثین کرام کا احادیث کی صحت اور ضعف کو معلوم کرنے کے لئے "عرض الحدیث علی القرآن" مقیاس پر اختصار کیساتھ روشنی ڈالی۔ عصر حاضر میں اس مقیاس /پیمانہ کا استعمال حد سے زیادہ اور انتہائی آسانی کے ساتھ لاگو کرتا ہوا نظر آتا ہے ۔کیونکہ بعض لوگوں نے اپنی کتابوں میں الگ باب کی شکل میں ''قرآن کے مخالف أحادیث" جیسے عنوان کیساتھ بہت ساری وہ أحادیث جس کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے بھی اپنی کتابوں میں (صحیحین میں)ذکر کئے ہیں انکو قرآنی آیات کے مخالف قرار دے کر رد کیا ہے۔ چنانچہ ان کتابوں میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ **القرآن وکفی مصدراً للتشریع الإ سلامی ، مؤلف أحمد صبحی منصور۔**

۲۔ **تجرید البخاری و المسلم من الأحادیث اللتی لاتلزم ، مؤلف ، جمال البناء**

۳۔ **کتاب أبو ھریرہ ، مؤلف ، عبدالحسین الموسوی ؛**

۴۔ **الحدیث والقرآن ، مؤلف ابن فرناس ۔**

۵۔ **الأضو ء القرآنیة فی اکتساح أحادیث الإ سرائیلیات و تطھیر البخاری منھا ، مؤلف صالح ابو بکر ؛**

۶۔ **القول الصریح فی البخاری و جامعه ، مؤلف ، فتح الله الأصبحانی ۔**

۷۔ **عرض الحدیث علی القرآن ،یا سرشمالی ۔**

۸۔ **جنایة البخاری انقاذ الدین من الإ مام المحدثین ، مؤلف ، زکریا اوزون۔**

۹۔ **تجرید العقل و النقل و قراء ۃ النقدیة لمجموعة من الأ حادیث البخاری والمسلم، مؤلف ، سامر اسلامبولی۔**

۱۰۔ **أحادیث أم المؤمنین عائشةؓ، مؤلف، المرتضی العسکری۔**

ان کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں جن میں صحیح أحادیث کو قرآن کریم کے مخالف اور معارض ثابت کرنے کی بھر پور کوشش کی گئی ہیں ۔اوپر ذکر کی گئی کتابوں کا تو ہم نے مطالعہ کیا ، پڑھنے کےبعد ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ دین میں تحریف اور تضاد کو ثابت کرنے کے لئے کیسے کیسے حیلے اور بہانوں کا سہارا لیتے ہیں اور طرح طرح کے شکوک ، شبہات پیدا کرکےصحیح أحادیث جن میں صحیحین کی بھی بہت ساری أحادیث شامل ہیں انکو باطل اور جھوٹی قرار دے کر ردکئے ہیں نعوذ با اللہ ۔ حالانکہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے درمیان تعارض کے نظر آنے کی چند وجوہات

ہیں اگر انکو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو پھر کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔ وہ مسائل اور وجوہات درجہ ذیل ہیں:

۱۔حدیث کا خود مجموعہ أحادیث میں سالم اور مستحکم ہونا

یہاں پر ہمارا اصل مقصد کسی بھی حدیث کےمتن کا سالم ہونا ہے ۔ کیونکہ کسی بھی حدیث کا مجموعہ أحادیث میں ایک قسم کی سالمیت موجود ہوتی ہے ۔ کیونکہ اکثر احادیث ایک سے زیادہ سندوں کے ساتھ منقول ہوئی ہیں ، اس لئے اگر کسی ایک سند سے منقول کسی حدیث کا دوسری سندوں اور طریقوں کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو بعض اوقات ان کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا ایک سند سے منقول حدیث متن کے حوالے سے قرآن کریم کے آیات کے مخالف نظر آسکتا ہے اور دونوں میں تعارض ممکن ہو سکتا ہے ، لیکن اگر اسی حدیث کے دوسرے طرق کو اکٹھا کرکے دیکھا جائے تو مذکورہ تعارض باقی نہیں رہتا ۔ اسکی واضح اور آسان مثال حضرت ابوھریرۃ ؓ سے منقول یہ حدیث ہے ۔

حضرت مکحول ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ سے کہا گیا کہ حضرت ابوھریرۃ، ؓ رسول اللہ ﷺ

> سے نقل کرتے ہیں کہ نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے: گھر ، عورت ، گھوڑا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابو ھریرۃ ؓ نے پوری حدیث نہیں سنی، کیونکہ جب وہ رسول اللہ ﷺکے پا س داخل ہو رہے تھے اسکو وقت رسول اللہﷺ یہ فرما رہےتھے کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کر دے جویہ کہتے ہیں کہ نحوست تین چیزوں : ‘‘گھر ،عورت، گھوڑا" میں ہوتی ہے۔ ابو ھریرۃ ؓ نے حدیث کا آخری حصہ تو سنا لیکن شروع کا حصہ نہ سن سکا۔ ۲۶ے

امام الزرکشیؒ،بعض ائمہ کا یہ قول نقل کرتے ہوے فرماتے ہیں: کہ اس باب میں حضرت عائشہؓ کی روایت صحیح ہونے کے زیادہ قریب اور مناسب ہے کیونکہ اسمیں نبی کریم علیہ الصلاۃوالسلام سے نقل کی گئ اس حدیث کے ساتھ بھی موافقت پائی جاتی ہے جس میں "نحوست "کے اعتقاد سے منع کیا گیا ہے۔۲۷ےنحوست سے متعلق حدیث حضرت ابن عمرؓ اور بعض دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے حدیث کے لئے دیکھیں ۔ ۲۸ے

اس سے معلوم ہواکہ کسی حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنے سے پہلے مجموعۃ حدیث میں سے حدیث کے دوسرے طریقوں کو ایک جگہ جمع کرنے کےبعد ہی قرآن کریم پر پیش کیا جا سکتا ہے ۔ لہٰذا نحوست سے متعلق حدیث کو قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ "**ماأصاب من مصيبة في الارض ولا في أنفسكم الا في كتاب من قبل...**"۲۹ےکے مخالف قرار دینے سے پہلے اگر حدیث کے دوسرے طریقوں کو اکٹھا کرکے دیکھا جائے تو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہی نہیں کیونکہ حدیث میں مسلمانوں کے عقیدے کا ذکر نہیں بلکہ یہودیوں کے فاسد عقیدے کو رسول اللہ ﷺ بیان فرما رہے تھےجیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث اور قرآن کریم کے درمیان تعارض کا نہ ہونا واضح ہے ۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ عصر حاضرکے بہت سارے لوگوں کی طرف سے اسی اصول کے تحت جن أحادیث کو باطل اور موضوع قرار دیا گیا ہے ان أحادیث میں اکثر کے دوسرے طریقوں اور سندو نکو ایک جگہ لانے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حدیث اصلاً قرآن کریم کے مخالف ہی نہیں ۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ لوگ کسی حدیث کی

ایک روایت کو ہاتھ میں لیکر قرآن کریم کے آیات پر پیش کرتے ہیں جسکی وجہ سے وہ حدیث ،قرآن کریم کی مخالف نظر آتی ہے۔ اس لیے سب سے اہم مسئلہ یہی ہے کہ حدیث کے تمام طریقوں کو جمع کیے بغیر حدیث کو قرآن پر پیش کرتے ہیں جسکی وجہ سے غلط نتائج سامنے آتے ہیں اور آخر میں حدیث ہی کو باطل اور جھوٹا قرار دیکر رد کردیتے ہیں ۔

۲۔ أحادیث کے سبب و رود اور پس منظر کو نظر انداز کرکے تبصرہ کرنا۔

أحادیث مبارکہ میں بہت سے ایسی أحادیث ہیں جن کے ورود کے أسباب ہوتے ہیں۔ البتہ بعض أحادیث کا سبب و ردو اسی متن میں مذکور ہوتا ہے جیسے **"صل فانک لم تصل"**والی حدیث اور اسی طرح **"أیّ الأ عمال أفضل "** والی حدیث کہ ان میں سبب و رود مذکور ہے جبکہ بعض أحادیث ایسی ہیں جسکی ایک روایت میں تو سبب ورود مذکور نہیں ہوتاالبتہ حدیث کے دوسرے طرق میں سبب ورود مذکور ہوتا ہے ۔ اس لئے کسی بھی حدیث کے بارے میں کوئی تبصر ہ اور کلام کرتے وقت اور اسی طرح حدیث کی صحت کے بارے میں حکم ذکر کرتے وقت حدیث کے سبب ورود سے بے خبر ہو کربعض اوقات انسان غلطی کا ارتکاب کر لیتا ہے۔ اس وجہ سے حدیث کو قرآن پر پیش کرنے کے اصول میں دوسرا اہم مسئلہ حدیث کے سبب ورود کو نظر انداز کرکے حدیث کے بارے میں کوئی حکم ذکر کرنا ہے۔ کیونکہ بعض أحادیث کا معنی ظاہر میں کچھ ہوتا ہے اور سبب ورود کو دیکھ کر معنی کچھ اور سامنے آجاتا ہے ، جس کی بنا ء پر حدیث ظاہری معنی کے اعتبار سے کبھی قرآن کریم کے مخالف معلوم ہوتا ہے ۔ مثلاً ،

عبداللہ بن مسعودؓ سےنقل کی گئی روایت میں وہ فرماتے ہیں : کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا

''إن أشد الناس عذاباً عند الله يوم القيامة المصورون'' ۳۰ــہ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے سخت عذاب کےمستحق لوگ تصویر بنانے والے ہونگے ۔ دوسری روایت میں آتا ہے :

''إنَّ من أشدّ الناس عذاباً يوم القيامة الذين يصّورون هذه الصور''۔ ۳۱ــہ

اس حدیث کوبعض لوگوں نے قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ **"ادخلواآل فرعون أشدالعذاب "**۳۲ــہکے مخالف قرار دے کر رد کیا ہے ۔ کیونکہ آیت مبارکہ میں ہے کہ سب سے سخت عذاب اہل فرعون کو دیا جائے گا جبکہ حدیث میں تصویر بنانے والوں کو دینے کا ذکر ہے لہٰذا حدیث اور آیت مبارکہ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ ایک اورروایت میں آتا ہے ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مبغوض ، نا پسندیدہ اور سب سے زیاد ہ عذاب کا مستحق شخص ظالم امام ہو گا ''۔ ۳۳ــہ

اس وجہ سے آیت اور أحادیث کے درمیان بظاہرتعارض نظر آرہا ہے ۔ لیکن حقیقت میں آیت اور حدیث کے درمیان تعارض نہیں، وہ اس طرح کہ حدیث میں شدید عذاب کےمستحقین کے اوصاف بیان کیے ہیں اور وہ تصویر بنانے والے لوگ ہیں جبکہ آیت میں معین أشخاص کا ذکر ہے اور وہ اہل فرعون ہیں اور ان دونوں صورتوں میں شدید عذاب کے مستحق ہونے کی وجہ ان لوگوں کا مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انکی ربوبیت ،ألوہیت میں اور یا اس کے علاوہ اللہ کے صفات اور أفعال میں مشابہ قرار دیناہے۔ تصویر سے متعلق بعض أحادیث میں اس علت کی طرف اشارہ بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت

عائشہؓ سے نقل کی گئ روایت میں وہ فرماتی ہے : رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

” أشدّ الناس عذاباً یوم القیامة الذین یضاھون بخلق الله۔“۳۴ـہ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے سخت عذاب کےمستحق وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی بنائی ہوئی اشیاء کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ حدیث میں لفظ ''**یضاھون**''کے معنی تشبیہ کے ہیں۔ حدیث کا معنی یہ ہوا کہ وہ اپنے بنائے ہوئے مجسموں اور تصویرونسے اللہ کی بنائی ہوئی اشیاء کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں ۔ جبکہ صحیح مسلم کی روایت میں تشبیہ کا لفظ صراحت کے ساتھ بھی بیان ہوا ہے اس میں ”**إنْ أشد الناس عذاباً یوم القیامة الذین یشبھون بخلق الله۔“۳۵ـہ** اب یہ علت یعنی تشبیہ ہر اس بندے میں موجود ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے انکے خصائص میں مجادلۃ کرتا ہے ، جیسے اللہ کی ربوبیت یا ألوہیت میں اور یا اس کے علاوہ اللہ کے صفات اور أفعال میں مجادلۃ کرتاہو۔ اس لئے سخت عذاب کا ہونا عام ہے جس میں بھی مجادلۃ کی صورت پائی گئی ، وہ شدید عذاب کا مستحق ہوگا۔اس لیے فرعون بھی اس وعید میں داخل ہے کیونکہ اس نے ألوھیت کا دعویٰ کیا تھا۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے سب سے اعظم اور اہم ہے ۔ اور اسی طرح اسکی قوم نے بھی فرعون کی اطاعت کی تھی ۔ اس کے علاوہ اگر حدیث کے پس منظر کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں بت پرستی بہت زیادہ عروج پرتھی اس وجہ سےبھی رسول اللہ نے لوگوں کے دلوں میں اس سے حد درجے نفرت اور قباحت کوپیدا کرنے کے لئے تصویر بنانے والوں کے لئے شدید عذاب کی وعید سنائی ۔ لیکن اصل اعتبار سے تصویر بنانا اگر اللہ کیساتھ تشبیہ دینامقصود نہ ہو تو کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہےاوربنانے والے عذاب کا مستحق ہو گا۔ لیکن اس کا عذاب تشبیہ کے ارادے سے بنانے والے شخص کے عذاب سے کم ہو گا ۔ امام طبریؒ فرماتے ہیں:

” حدیث میں اگر تصویر بنانے والا تصویر اس لئے بناتا ہے تاکہ اللہ کے علاوہ اسکی عبادت کی جائے اور وہ

یہ جانتے ہوئے کرے کہ تصویر بنانا حرام ہے، تو وہ کافر ہوجاتا ہے، تو پھر کوئی بعید نہیں کہ وہ بھی جہنم میں

ال فرعون کے ساتھ ہو گا لیکن اگر کسی کا یہ ارادہ نہ ہو تو وہ تصویر بنانے کیوجہ سے صرف گناہ گار

ہو گا۔“۳۶ـہ

یہاں اس بات کی وضاحت کرنا مناسب ہو گا ، کہ سب أحادیث کی سبب ورود موجود نہیں اور نہ ہی ہر حدیث کیلئے سبب ورود کا ہونا ضروری ہے البتہ اگر کسی حدیث کا سبب ورود معلوم ہوجائے تو اس سے حدیث کے سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے ، اور اگرحدیث کے معانی میں کئی احتمالات ہوں تو اس سے ایک احتمال کے راجح ہونے میں بھی مدد مل جاتی ہے ۔

۳۔ حدیث کا اختلاف الحدیث کے پہلو سے ضروری جائزہ

کسی بھی حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنے سے پہلے خود حدیث کا مجموعہ احادیث میں مقام اور مرتبہ کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے ۔کیونکہ بعض اوقات خود أحادیث کے درمیان اختلاف اور تعارض ہوتا ہے۔ اس تعارض کو رفع کیےبغیر حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنے کی صورت میں نتیجہ تعارض کی شکل میں ہی سامنے آئے گا۔ اس لئے اہل

علم نے أحادیث کے درمیان اختلاف کو رفع کرنے کے لئے جو اصول اور ضوابط مقرر کیے ہیں ۔ انکو سامنے رکھ کر پہلے احادیث کے درمیان تعارض کو رفع کرنا ضروری ہے۔ محدثین کے ہاں أحادیث کے درمیان تعارض کو رفع کرنے کیلئے جو أصول اور ضوابط مقرر کیے گئے ہیں وہ فقہائے کرام کے اصول سے ذرا مختلف ہیں ۔ مثلاً محدثین کے ہاں سب سے پہلے جمع بین الأ حادیث، اگر یہ ممکن نہ ہو تونسخ اور اگر نسخ بھی ممکن نہ ہو پھرترجیح اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر توقف کیا جائے گا ۔ جبکہ فقہا ء کے ہاں سب سے پہلے جمع بین لاحادیث ، یعنی احادیث کو جمع کیا جائے گا اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھرترجیح اگر یہ بھی ممکن نہ ہو توپھر نسخ اور آخر میں توقف کیا جائے گا ۔

اس لئےاگر کوئی شخص مثلاً، نسخ ، ترک ، اور توقف جیسے اصول سے حدیث میں تعارض کو رفع کرتا ہےاور دوسرا شخص ، جمع ، ترجیح جیسے أصول کیساتھ حدیث کے درمیان تعارض کو رفع کرتا ہے ۔ تو یہاں پر اگر غور کیا جائے تو ایک ہی حدیث سےمتعلق مختلف نتائج سامنے آئیں گے اور اسی طرح اگر اس حدیث کوقرآن پر پیش کریں گے تو اس صورت میں بھی مختلف نتائج کےسامنے آنے میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔کیونکہ ایک شخص مثلاً حدیث کو منسوخ شمارکرتاہے جبکہ دوسرےشخص کے نزدیک وہی حدیث صحیح ہوتی ہے ، تو ظاہر ہے ایسی صورت حال میں حدیث کے بارے میں دونو ں کی رائے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہو گی ۔ ا س وجہ سے کسی بھی حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنے سے پہلے خود حدیث کے بارے میں اختلاف الحدیث کے حوالے سےتحقیق ضروری ہے اور تحقیق کے بعد ہی حدیث کوقرآن پر پیش کیا جاسکتاہے ۔

۴۔ قرآن اور سنت کے بارے میں فکر و تصور

حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنے سے پہلے اس شخص کا قرآن اور حدیث کے بارے میں تصور اور عقیدہ کا معلوم ہونابھی ضروری ہے ۔ یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے ۔ تاریخی ادوار میں بعض مسلمانوں کی طرف سے اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ سنت سے مستقل طور پر کوئی حکم ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں ۔ اس کے علاوہ عصر حاضر میں بعض لو گوں نے قرآن کریم کے بعض أحکام کے بارے میں یہ دعوی کیا ہے کہ یہ رسول اللہ کے زمانے کیساتھ خاص تھی اب تو زمانہ کافی تبدیل ہو چکا ہے لہٰذا ان احکام کو اب کیسے لاگو کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح أحادیث کے بارے میں بھی مختلف قسم کے تصورات اور آراء ر کے حامل لوگ پائے جاتے ہیں ،جبکہ بہت سے لوگ تو حدیث کو سرے سے مانتے نہیں تو ایسے لوگ اگر أحادیث کو قرآن پر پیش کریں گے تو نتیجہ ایک ہی آئے گا ، وہ یہ کہ حدیث باطل اور موضوع ہے ۔ اس لئے حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنے والے شخص کی حدیث کے بارے میں تصورات اور افکار کا معلوم ہونا بہت اہم ہے ۔ عصر حاضر میں أحادیث کو قرآن کریم کے مخالف قرار دینے والے لوگوں کی اکثریت منکرین حدیث اور شیعہ ہیں ۔

۵۔ قرآن اور سنت کا تعلق اور رسول اللہ ﷺکا کتاب اللہ کے علاوہ حکم دینا

حضرت پیغمبر علیہ السلام کا قرآن میں غیر مذکور کسی چیز کے حلال اور حرام ہونے کے بارے میں حکم دینے کا مسئلہ بھی اہل علم کے درمیان موضوع بحث رہا ہے ۔ بعض چیزوں کا حکم قرآن میں مذکور نہیں لیکن حدیث میں رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کا حکم بیان فرمایا ہے اور اسی طرح قرآن میں بعض چیزوں سے ممانعت کا ذکر

نہیں لیکن حدیث میں اس چیز سے منع کرنے کا ذکر ہے ۔ مثلاً رجم سے متعلق سزا کا حکم ، مرتدین ، لواطت کے بارے میں اور اسی طرح اور بہت سے آوامر اور نواہی ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں نہیں لیکن أحادیث میں بیان فرمائے ہیں ۔ اس لئے بہت سارےلوگوں کی طرف سے ایسے أوامر اور نواہی کو یہ کہتے ہوئے رد کیا گیا ہے کہ ان کا ذکر قرآن کریم میں موجود نہیں۔ حالانکہ متقدمین علماء کااس کے بارے میں اتفاق ہے ،کہ حدیث سے بھی قرآن کریم کی طرح کسی چیز کا حلال اور حرام ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن عصر حاضر کے بعض اہل علم اس بات کے قائل نہیں اور ایسے أحادیث کو قرآن کریم کے مخالف قرار دے کر رد کرتے ہیں ۔ اس لئے حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرتے وقت أفکار اور عقائد کے اختلاف سے نتائج مختلف آسکتے ہیں ۔ ایک شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ سنت سے بھی آوامر اور نواہی کا ثبو ت ہو سکتا ہے جبکہ دوسرے کا عقیدہ اسکے برعکس ہے لہٰذا ایک شخص حدیث کو قرآن کریم کے مخالف قرار دے گا جبکہ دوسرا اسی حدیث کو موافق قرار دے گا ۔

۶۔ انسانی نقائص اور کمزوریاں

بعض انسان، کم علمی، ڈھیلے پن ، غفلت ، لاپرواہی ، تھکاوٹ جیسے ارادی نقائص اور کمزوری کیوجہ سے اور بعض اوقات غیر ارادی کمزوریوں اور غلطیوں کیوجہ جیسے کمی عقلی ، علوم دینیہ میں کمزوری اور دوسرے غیر ارادی أسباب کیوجہ سے قرآن اور حدیث کے صحیح سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں ۔ اس وجہ سے ایسے لوگ حدیث اور آیت کے ظاہری معنی کو دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ حدیث اور آیت کے درمیان تعارض ہے اس وجہ سے "حدیث کا قرآن کریم پر پیش کرنے کے اصول "میں کسی بھی انسان کی چاہے ارادی کمزوریاں اور غلطیاں ہوں چاہے غیر ارادی کمزوریاں ہوں اس کو مد نظررکھنا ضروری ہیں ۔ عصر حاضر کے اہل علم کی طرف سے بہت سی ایسی أحادیث ،قرآن کریم کے مخالف قرار دئیے گئے ہیں۔ اگر ان أحادیث میں تھوڑی سی غور ، فکر اور محدثین کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے تو سب اعتراضات اور شبہات ختم ہو جاتے ہیں ، لیکن اسکی بڑی وجہ یہی ہے کہ عصر حاضر میں ہر بندہ اپنے آپکو عالم اور فقیہ سمجھتا ہے جسکی وجہ سے غلطیوں پے غلطیوں ہو جاتی ہیں اور ان کو احساس تک بھی نہیں ہوتا ۔

خلاصہ یہ کہ حدیث کی صحت کو معلوم کرنے کیلئے ، ''حدیث کا قرآن کریم پر پیش کرنا''یہ أصول اگرچہ صحابہ کرام ، محدثین اور فقہا ء کرام نے استعمال کیا ہے اسمیں کوئی شک نہیں ، لیکن اس اصول کا استعمال اتنا آسان بھی نہیں جتنا کہ عصر حاضر کے بعض أفراد نے سمجھا ہے اور آسانی کے ساتھ صحیح أحادیث کو قرآن کے مخالف قرار دیکر رد کئے ہیں ، حالانکہ انہی أحادیث کے صحیح ہونے پر متقدمین اہل علم کا اجماع ہے، ان میں سےکسی نے بھی ان أحادیث کو آیات کے مخالف قرار نہیں دیا ہے ۔کیا انکو احادیث اور قرآن کا علم نہیں تھا ؟یا یہ کہ عصر حاضر کے بعض افراد کے پاس ان سے زیادہ علم ہے ؟ لیکن اصل وجہ یہی ہے کہ ان افراد کے پاس قرآن اور حدیث کا علم نہ ہونے کے برابر ہے اور اسکے ساتھ اگر کوئی حدیث انکی عقل قبول نہ کرے تو آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ حدیث باطل ہے ، حالانکہ کسی بھی شخص کیلئے حدیث کی صحت کو جانچنے کے لئے ان مسائل کو مد نظر رکھنا ضروری ہے ۔کیونکہ ان مسائل کے ہوتے ہوئے غلط نتائج سامنے آئیں گے ۔ ہم نے اس اصول ''احادیث کا قرآن کریم پر پیش کرنا'' کے استعمال میں سامنے آنے والے مسائل پر اپنی کوشش کی حد تک روشنی ڈالی ہے۔ اہل علم حضرات سے اس بارے تجاویز اور اصلاحا ت کی غرض سے اور اسی طرح ان

افراد کی اصلاح کی غرض سے جو بغیر سوچے سمجھے اور کم علمی کے أحادیث پر تنقید کرتے ہیں ، اس موضوع پر قلم اٹھایا ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس ٹوٹی پھوٹی محنت اور کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمایے ، آمین۔

مصادر اور مراجع

١۔ الصغانی ،موضوعات ، تحقیق، نجم عبد الرحمن، دمشق، 1405 ھ، صفحہ ۶۴۔
٢۔ سورۃ الحشر ، آیت ٧۔
٣۔ قاضی، شوکانی ، محمد بن علی،الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، دار الکتب العربی، بیروت، صفحہ ٢٩١۔
۴۔ ، امام ترمذی ،محمدبن عیسیٰ،جامع الترمذی ، دار الغرب الاسلامی، بیروت۔ ابواب التفسیر ،حدیث رقم ٣٢٧٩،۔
۵۔ ، امام بخاری ،محمدبن اسماعیل،صحیح بخاری ، مکتبہ طوق التجاۃ، ١۴٢٢ھ، کتاب التوحید ، حدیث رقم ٧٣٨۔
۶۔ سورۃ الأنعام ، آیت نمبر ١٠٣۔
٧۔ صحیح بخاری ، کتاب التفسیر ، حدیث رقم ،۴٨۵۵۔
٨۔ابن الجوزی،عبدالرحمٰن، الموضوعات لابن الجوزی، دار الکتب العربی، بیروت، ١١١/٣۔
٩۔ سورۃ الأنعام ،آیت، ١۶۴۔
١٠۔ الموضوعات لابن الجوزی، تحقیق، عبد الرحمن محمد عثمان، 1966، ٣ /١١١۔
١١۔ ایضاً، ١ /٢٨۴۔
١٢۔ سورۃ البقرۃ ، آیت، ٢١٧۔
١٣۔ الموضوعات لا بن الجوزی، ١٠۵/١۔
١۴۔ ایضاً،
١۵۔ امام السیوطی،جلا الدین، الألی المصنوعۃ فی احادیث الموضوعۃ ، مکتبۃ التجارۃ، مصر، ٣/١۔
١۶۔ ابن عراقی،علی بن محمد،تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ ، مکتبۃ الحلبی، مصر،،١٣۴/١۔
١٧۔ الموضوعات لا بن الجوزی ،١٠۵/١-١٠۶۔
١٨۔ سورۃ الحاقۃ ، ۴۵-۴٧۔
١٩۔ العالم والمتعلم ، امام أبو احنیفۃ، مکتبہ الأزھریۃ، مصر ، صحفہ٢٧-٢٨۔
٢٠۔ ابن حزم الظاھری ،محمدعلی بن احمد،الا حکام فی أصول الأ حکام ، ، تحقیق، أحمد محمد شاکر ، بیروت، ٨١/٢۔
٢١۔ سورۃ النساء،٨٢۔
٢٢۔ سورۃ النجم، آیت ، ٣-۴۔
٢٣۔ الخطیب البغدادی،احمدبن علی، الفقیۃ والمتفقہ ، تحقیق، عادل بن یوسف، دار ابن الجوزی، 1417، صفحہ، ٢١٨-٢١٩۔
٢۴۔ ، امام شافعیؒ،محمدبن ادریس،الرسالۃ ، تحقیق، احمد شاکر، مکتبۃ الحلبی، مصر، صفحہ ۴١٩-۴٨٠-۵٣٧-۵٧٠،
٢۵۔ الشاطبی، ابراھیم بن موسیٰ ،الموافقات فی اصول الشریعۃ، مکتبۃ معارف اسلامی، صفحہ٣/١٠۔
٢۶ ۔ الزرکشی،محمد بن عبداللہ،الأ جابۃ لما استدرکت عائشہ علی الصحابہ، مکتبہ الخانجی ، قاہرہ، ١٠۵/١۔
٢٧۔ ایضاً
٢٨۔ صحیح بخاری ، امام بخاری ، کتاب الجھاد، حدیث رقم ٢٨۵٨۔
٢٩۔ایضاً کتاب الباس ، حدیث رقم ۵٩۵٠،
٣٠۔ ایضاً کتاب الأدب ،حدیث رقم ٢١٠٩،
٣١۔ جامع الترمذی ، کتاب الأحکام ، حدیث رقم ، ١٣٢٩، مسند أحمد بن حنبل ، ٣ /٢٢۔

۳۲۔سورۃ غافر ، آیت ۴۶۔
۳۳۔ تعارض کے ذکر کیلئے دیکھیں: فتح الباری ، ابن حجر ، دار المعارفۃ، بیروت، 1379ھ
۳۴۔ صحیح البخاری، امام بخاری، کتاب اللباس ، حدیث رقم۵۹۵۴۔
۳۵۔ قاضی عیاض ،عیاض بن موسیٰ،مشارق الأنوار ، ، مکتبۃ، تراث الاسلامی، 2015، ۲۱/۲۔
۳۶۔ قاضی عیاض، عیاض بن موسیٰ،إکمال المعلم ، تحقیق، یحی اسماعیل، دار الوفاء، 1419ھ ، ۶۳۸/۶، فتح الباری ، ابن الحجر ، ۳۹۷/۱۰۔